نصف صدی بعد قادیان کا ایک نظارہ

طباعت کی آسانیاں

میں نے گذشتہ دو نمبروں میں ان مشکلات کا ذکر کیا تھا۔ جو مشکلات آج سے پچاس سال قبل طباعت کے سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پیش آتی رہیں۔ مگر بالآخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قادیان میں بطور بیج کے ایک پریس قائم کیا۔ وہ پریس کیا تھا ایک چھوٹا سا لکڑی کا پریس تھا۔ جو ہاتھ سے چلایا جاتا تھا۔ اس کے لگانے کے بعد یہ دقت پیش آئی کہ اس کو چلانے کے لئے آدمی نہ ملتے تھے یا ملتے تھے تو ذرا ذرا بات پر بگڑ جاتے۔ اس پر بعض صحابہ کو ایک دفعہ خیال آیا کہ کچھ وقت نکال کر وہاں کام کر آیا کریں۔ چنانچہ ایک صحابی سنانے لگے کہ میں ایک دن وہاں چلا گیا اور کچھ وقت کام کرتا رہا ہے۔ مگر چونکہ عادت نہ تھی اس لئے کندھے شل ہو گئے۔ اور ہاتھ ایک طرف تو ایسے ہو گئے کہ خون ٹپک رہا تھا۔ اور دوسرے سب چھالے ہی چھالے پڑ گئے۔ کسی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ذکر کر دیا کہ فلاں شخص کا تو یہ حال ہوا۔ حضور نے نماز ظہر کے بعد دیکھ کر ازراہ شفقت فرمایا کہ "میاں یہ تمہارا کام نہیں ہے"

حضور کے اس پریس پر مرزا اسمٰعیل بیگ مرحوم۔ اور کبھی شیخ نور احمد مرحوم وغیرہ کام کرتے تھے۔ اور حضرت حکیم فضل الدین صاحب مرحوم مہتمم تھے اس پریس کا نام ضیاء الاسلام پریس تھا۔ اور یہ پریس اس جگہ واقعہ تھا جہاں اب حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کا موٹر خانہ ہے

اس بیج کو اللہ تعالیٰ نے بڑھایا اور پھر الحکم اخبار کا اپنا پریس قادیان میں قائم ہو گیا۔ اور اس کا نام انوار احمدیہ پریس رکھا گیا۔

ضیاء الاسلام پریس میں کام ایک پریس سے بڑھ کر متعدد پریسوں تک پہنچنے لگا۔ اور ادھر الحکم میں ایک کی بجائے دو پھر تین پھر چار پریس قائم ہو گئے۔ اور ۱۹۰۷ء میں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کی اشاعت اور حضور کے ارادوں کی تکمیل کیلئے حضرت والد صاحب شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی قبلہ نے ۲۲×۹۶ سائز کی ایک بڑی مشین خرید کر لگا دی۔ جو دن رات حضور کی کتابوں کی طباعت کرنے لگی۔

اور اسطرح وہ دقتیں اور پریشانیاں رنگ لائیں۔ اور یورپ کی جدید ترین ایجاد کے ذریعے جلد سے جلد کام ہونے لگا۔

اسی پر بس نہیں

حضور کا منشاء تھا کہ تبلیغ کا کام جلد سے جلد ہو سکے۔ حضور کی تصانیف کے سوا حضور کے کلمات طیبات کی اشاعت کے لئے ۱۸۹۷ء میں الحکم اور ۱۹۰۲ء میں البدر۔ اور پھر ریویو آف ریلیجنز اور پھر ریویو انگریزی۔ اور پھر تشحیذ الاذہان اور پھر نور اور پھر الحق اور پھر فاروق۔ سلسلہ کے اخبارات نکلنے لگ گئے اور مطبعے بھی ضیاء الاسلام سے بڑھ کر الحکم۔ بدر۔ فاروق کے جداگانہ مطبعے قائم ہو گئے۔

اور آج

یہ کام اسقدر بڑھ گیا کہ قادیان میں دو الیکٹرک مشین پریس قائم ہیں۔ یعنی چوہدری اللہ بخش صاحب کا اللہ بخش الیکٹرک پریس اور اخبار الفضل کا ضیاء الاسلام الیکٹرک پریس۔ اور ہر ایک الیکٹرک پریس میں دو دو مشینیں کام کر رہی ہیں۔

اخبارات کی ترقی

ماہواری۔ پندرہ روزہ۔ ہفتہ وار سے گزر کر سلسلہ کے پاس حضور کے مشن کی تکمیل کے لئے اخبار الفضل جیسا وقیع روزانہ اخبار موجود ہے۔

یہی نہیں

بلکہ مطبوعات کے سلسلہ میں کام اس حد تک بڑھ گیا ہے کہ پنجاب کشمیر سندھ۔ دکن وغیرہ صوبوں میں مختلف زبانوں میں کام ہونے لگا۔ اردو انگریزی۔ پنجابی۔ سندھی۔ پشتو۔ گجراتی وغیرہ زبانوں میں حضور کے کلمات طیبات ترجمہ ہو کر شائع ہونے لگے۔

ہندوستان سے باہر

طباعت کا یہ میدان اسقدر وسیع ہوا کہ لنڈن۔ شام۔ افریقہ امریکہ۔ جاوا۔ سماٹرا وغیرہ ممالک میں ان کی زبانوں میں رسالے اخبارات اور کتابیں شائع ہونے لگیں۔

(باقی آئندہ)

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپ کر دفتر اخبار الحکم قادیان سے شائع کیا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نایاب اور اچھوتی تحریریں

خداوند تعالیٰ کی کتاب کے کیا کام ہیں

(۲)

فائدہ سب سے پہلے انسان پر خدا تعالیٰ کی صفت قہاری کی واضح ہوتی ہے کیونکہ یہ امر نہایت بدیہی اور محسوس ہے جو ایک طاقت عظمٰی نے ہر ایک چیز کو اپنا مقہور اور مغلوب کر رکھا ہے۔

جو لوگ خدا تعالیٰ کی صفات سے منکر ہو جاتے ہیں۔ وہ بھی اس امر بدیہی سے انکار نہیں کر سکتے۔ جو بجز ایک ذات باریتعالےٰ کے ارادے مطلق کسی چیز کو حاصل نہیں۔ اشرف المخلوقات انسان ہے۔ جو خود اپنے نفس کو باعتبار علم اور عقل اپنے کے اور تمام مخلوقات پر ترجیح دیتا ہے۔ مگر وہ بھی اپنے نفس کو مجبور ہی پاتا ہے۔ ایک انگلی اپنا قد بڑھا نہیں سکتا۔ ایک دن اپنا عمر کا زیادہ نہیں کر سکتا۔ پس ہر ایک چیز کا مقہور اور مغلوب ہونا ایک قاہر کی ذات پر اول دلیل ہے۔

اور جس طرح بچے کو بوقت شروع سن تمیز کے پہلے پہل بدیہیات پر اطلاع ہوتی ہے۔ اسی طرح جو شخص مبیضہ بشریت کے غفلت خانے سے پہلے پہل تنبہ ہو کر کچھ دیکھتا ہے وہ یہی ہے کہ جو خدا تعالےٰ کی صفت قاہریت کو تمام زیر و بالا محیط پاتا ہے۔ اور کسی چیز کو اس کے پنجۂ تصرف سے باہر نہیں دیکھتا۔ پس اس عظمت کے مشاہدہ کرنے سے اول قدم جو وہ خدا کی طرف رکھتا ہے توبہ ہے۔ اور سرکشی سے پرہیز کرتا ہے۔

شاید اس صفت پر کوئی شخص کچھ زیادہ بحث کرے کہ صفت قہاری کی خدا کی تمام صفات میں سے اجلیٰ بدیہیات کس دلیل سے ہے۔ سو واضح ہو کہ صفت قہاری کی اجلیٰ بدیہیات اس وجہ سے ہے۔ کہ یہ مسئلہ نہایت ہی واضح ہے۔ کہ دنیا میں کسی مخلوق کے لئے ایسی آزادی حاصل نہیں۔ کہ بس اس کی ساری مرادیں حاصل ہوں۔ گو ایک شخص خدا سے منکر ہی ہو۔ پر وہ بھی اپنے آپ کو آزاد اور خود مختار نہیں کہہ سکتا۔ اس کو بھی جب موت اور اس عالم فانی سے گزر جانا یاد آتا ہے تو وہ بھی اپنے آپ کو نہایت لاچار اور مجبور پاتا ہے۔ پس وہ اگرچہ اپنی نادانی سے ایک ذات قاہر کا منکر ہے۔ پر تب بھی وہ مقہور ہونے سے تو منکر نہیں ہو سکتا۔ پس یہ مقہور ہونا اس کی کمر کو بھی توڑتا ہے۔ پس ظاہر ہے کہ دنیا میں صفت قہر کی بہت ہی واضح ہے کہ جس سے دہریے بھی مغموم اور محزون ہیں۔ بلکہ یہ ایسی بدیہی صفت ہے کہ حیوانات لایعقل بھی اس سے بےخبر نہیں۔ ہر ایک حیوان جو دوسری چیز سے ڈرتا ہے وہ اپنی مقہوریت کا قائل ہے اگر وہ اپنے آپ کو عام طور پر آزاد سمجھتا تو کسی چیز سے نہ ڈرتا۔ پس خلاصہ کلام یہ ہے کہ صفت قہری ایک اول شے ہے۔ جو ان میں بہ بداہت مشہود

اور محسوس ہے۔ اور چونکہ انسان کی طبیعت میں یہ فطرتی ترتیب ہے جو بروقت شروع زمانہ تمیز کی پہلے پہل علم بدیہیات اور محسوسات کا اس کو حاصل ہوتا ہے اسی طرح جب وہ طفولیت روحانی سے تمیز روحانی کی طرف قدم رکھتا ہے۔ تو پہلے پہل اس پر وہ صفت جناب باری کی کھلتی ہے جو سب صفات سے زیادہ تر بدیہی اور محسوس ہے۔ یعنی صفت قاہریت اس کی کہ جس سے بندہ ناچیز صدہا طرح کی مجبوریوں میں بند ہے۔ اور موت اور بیماری اور درد اور دکھ اور صدہا طرح کی لاچاری حکیم مطلق نے اس پر وارد کر رکھی ہے۔ سو انسان ہزارہا لوگوں کو ہر روز مرتے دیکھ کر اور ہزارہا طرح کی لاچاریاں مشاہدہ کر کے نہایت بدیہی طور پر سمجھ جاتا ہے کہ میں آزاد نہیں بلکہ مقہور اور مجبور ہوں۔ اور اگر انسان اپنے زمانہ بلوغ تمیز پر نظر ڈالے۔ تو ہر ایک شخص اس بات کا اقرار کرے گا جو پہلے پہل اس بات کی تمیز اس کو حاصل ہوئی ہے۔ جو اس پر خلاف مراد حالات وارد ہوتے ہیں اور وہ آزاد نہیں۔ پس اس سے ثابت ہے جو پہلے پہل صفت ...... قاہریت باریتعالےٰ کی انسان پر مشہود ہوتی ہے۔ اور وہی طبعًا تمام صفات پر مقدم ہے۔

(باقی پھر)

فراقِ سعید!

از جناب منشی فیروزالدین صاحب پٹواری احمدی

خاندانِ مسیح ہے مغموم
کیوں ہے دارالاماں نزار و نزار
کس کے غم میں داغدار ہے آہ۔
آہ و زاری ہے فرش سے تا عرش
سانحہ جانکاہ کون سنے۔
کوسِ رحلت بجا بحکمِ وحید
منہ دکھلاتے ہی ہو گئے روپوش
کس قدر خوبیوں کا پتلا تھا۔
جس کو دیکھو اسی کا تھا مداح
پھول گرتے تھے گر دم گفتار
اپنے والد بزرگوار کا آہ!
تھا مجاہد مسیح کا پوتا
سچ کہوں بن نرے مجرم ہے
کتنے دن تم جئے ہو دنیا میں۔
خلد میں اپنے جدِ امجد سے
اور اپنا برا حال ہے فیروز
تیرے خادم کی ہے دعا ہر دم

پہنچا ہوگا ضرور رنجِ شدید
اشکبار آج کیوں ہے مرزا رشید
کس کی فرقت میں زرد ہے خورشید
کیوں تڑپتے ہیں یوں قریب و بعید
طاقتِ دید اور نہ "تابِ شنید
چل بسے آہ پیارے مرزا سعید
چڑھ کے ڈوبا نہ جھٹ کبھی خورشید
پاک طینت تھا نیک خو حمید
لوگ جیتے تھے لے کے نام سعید
روح پرور تھی اس کے حسن کی دید
ایک تو ہی تھا مخزنِ امید
لامحالہ کہیں گے اس کو شہید
کہتے ہیں لوگ ہے جہاں میں عید
اتنی جلدی لیا بہشت خرید
ہو رہی ہوگی خوب گفت و شنید
شوق دیدار اور حسرتِ دید
دل میں بس جائے بوئے خلقِ سعید

خلافت جوبلی فنڈ کے متعلق جماعت احمدیہ کی ذمہ واری

خلافت جوبلی فنڈ کے لئے کم از کم تین لاکھ روپے کا مطالبہ جسے جماعت نے آخر مارچ ۱۹۳۹ء تک پورا کرنا ہے۔ یہ رقم جماعتوں کے چندہ عام سے تقریباً ڈیوڑھی ہے اور اتنی بڑی رقم کی فراہمی کے لئے خیال کیا جا سکتا ہے کہ ہماری معمولی جد و جہد کافی نہ ہوگی۔ اس لئے درخواست ہے کہ اس کے لئے غیر معمولی طور پر کوشش کی جائے۔ سب سے اول جو فنڈ کے وعدوں کی فہرستیں مکمل کر کے ۱۵ فروری ۱۹۳۸ء تک دفتر میں بھجوائی جائیں۔ اور کوشش ایسی ہو کہ ہر ایک فرد جماعت سے (مرد ہو یا عورت) کافی رقم کا وعدہ لیا جائے۔ اور کوئی بھی فہرست میں درج ہونے سے نہ رہ جائے۔ اس کے بعد احباب کے وعدے کے مطابق پوری کوشش اور اہتمام سے وصولی کی جائے۔ تا آخر مارچ ۱۹۳۹ء تک یہ رقم بطور شکرانہ حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کے حضور پیش کی جا سکے

ناظر بیت المال قادیان

سیرت المہدی کا ایک ورق

جناب بابا حکیم سوتوی الٰہ بخش صاحب قربان دارالمسیح

(قسط چہارم)

(۱۸)

حضورؑ نے ایک حکایت سنائی

ایک دفعہ حضور نے فرمایا کہ الٰہ بخش آؤ آج آپ کو الف لیلیٰ کی ایک حکایت سنائیں۔ فرمایا۔

ایک مرد صالح جو بڑا متقی اور پرہیز گار تھا۔ دین اور علم طب میں کامل تھا۔ اور بڑا دولت مند تھا۔ اور روزمرہ جو نعمتیں اسے میسر آتی تھیں۔ ان کا کوئی حد وحساب نہ تھا۔

اس کے ہمسایہ میں ایک میاں بیوی رہتے تھے جن کو سخت حسد تھا۔ وہ نیک مرد بہت کوشش کرتا کہ کسی طرح انکو حسد کی آگ سے بچائے۔ مگر کچھ کامیابی نہ ہوئی۔ آخر اس نے اس شہر کو چھوڑ کر ایک دوسرے شہر میں قیام کر لیا۔ اس شہر کے لوگ ایک عرصہ سے دعا کرتے تھے کہ اے خدا ہم کو کوئی ایسا بزرگ دے جو علم دین اور علم طب کا عالم ہو۔ جب ان کو اس شخص کا علم ہوا۔ تو انہوں نے اس کی بڑی عزت وتوقیر کی۔ اور ہر قسم کی نعمتیں اس کی خدمت میں پیش کیں۔ اور اس قدر مال و دولت پیش کیا۔ کہ وہ پہلے سے بڑھ چڑھ کر مالدار ہوگیا۔

اس حاسد کو بھی معلوم ہوگیا۔ تو وہ اور بھی جلنے لگا۔ اس نے اپنی بیوی سے بھی ذکر کیا۔ کہ ہمارا خیال تھا کہ وہ مر گیا ہوگیا۔ مگر وہ پہلے سے بھی اچھی حالت میں ہے۔

تب اس کی بیوی نے کہا کہ جاؤ۔ اور اگر موقع ملے تو اسے قتل کر دو۔ چنانچہ حاسد اس کے پاس گیا۔ وہ مرد صالح اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اور اس سے آنے کا سبب پوچھا۔ اس نے کہا کہ حضور کا پتہ لگا تھا۔ اس لئے زیارت کو دل چاہا۔ اب جاتا ہوں۔ اس نیک آدمی نے کہا سنت نبوی کے مطابق تین دن تو ٹھہرو۔ تین دن کے بعد چند صد روپیہ دیکر رخصت کر دیا۔

اس نے واپس آکر بیوی کو مال دیا۔ وہ مال لے کر تو خوش ہوئی۔ مگر اس کی ثروت کا ذکر سن کر کہا کہ پھر جاؤ۔ اور جس طرح ہو سکے اس کو مار کر آؤ۔ چنانچہ وہ حاسد پھر واپس گیا اور آکر کہنے لگا۔ کہ حضور کے باغ وغیرہ کی اچھی طرح سیر نہ کی تھی اس لئے پھر آگیا۔ اس نیک مرد نے کہا کہ جس شخص نے مجھے یہ باغ دیا ہے اس نے کہا ہے کہ اس کی چوتھی سمت نہ جانا۔ وہاں ایک اندھا کنواں ہے۔ اور اس میں جنات رہتے ہیں۔ خوف ہے کہ وہ جان سے ہلاک نہ کر دیں۔ حاسد اصرار کر کے اس طرف لے گیا۔ اور نیچی نظر کر کے کہنے لگا کہ آپ دیکھ لیں اس میں کوئی جن نہیں۔ اس آدمی نے جب نیچے کی طرف دیکھا۔ تو حاسد نے اسے دھکیل دیا۔ اور کنوئیں میں پھینک دیا۔ اور نہایت خوشی سے گھر آیا۔

اس کنوئیں میں واقعی جن تھے۔ ابھی وہ نیچے نہیں پہنچا تھا کہ ایک جن نے اسے نکال کر محفوظ جگہ پہنچا دیا۔

چند دنوں میں ایک بادشاہ اپنی لڑکی کو جو بیمار تھی علاج کے لئے لایا۔ جو اس کے علاج سے اچھی ہوگئی۔ اس کے اچھے ہونے کے بعد اسی نیک مرد سے اس کی شادی کر دی گئی۔ اور جب بادشاہ مر گیا۔ تو وہی شخص بادشاہ ہوگیا۔

یہ حکایت سنا کر حضورؑ نے فرمایا۔ کہ اللہ بخش یہ حکایت میرے حسب حال ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے مالامال کر دے گا۔ اور صاحب اقبال کرے گا۔ حاسد حسد کی آگ میں جلیں گے۔ اور میرے مال واقبال کا زوال چاہیں گے۔ مگر خدا تعالیٰ اپنی دی ہوئی نعمتوں کو کمال تک پہنچا دے گا۔ میں خدا تعالیٰ کا چراغ ہوں۔ دشمن منہ کی پھونکوں سے مجھے بجھانے کی کوشش کریں گے۔ جیسے جیسے پھونکیں لگائیں گے خدا تعالیٰ میرے نور کو دور دور تک پھیلائے گا بلکہ تمام دنیا میں پھیل جائے گا۔ میرے دشمن ذلیل اور مقہور ہوں گے۔

یہ باتیں جیسے حضورؑ نے فرمائیں ویسے ہی ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل سے ہم ان کے عینی شاہد ہیں۔

نوٹ:۔ اس کہانی سے یہ مراد نہیں کہ حضور ان کہانیوں پر یقین رکھتے تھے۔ بلکہ کہانی اس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے فرمائی۔ جو حضورؑ کی ذات میں پوری ہونے والی پیشگوئیوں سے تعلق رکھتی تھیں۔ اور جس سے ان وعدوں کا ذکر کرنا مقصود تھا۔ جو حضورؑ کی ترقی اور اقبال کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمائے۔

(۱۹)

ایک اور کہانی

ایک دفعہ اور بھی حضور نے ایک کہانی کا ذکر کیا۔ اور اس کہانی کی غرض بھی ایک حقیقت کا اظہار تھا۔ فرمایا:۔

بعض بدخصلت انسان جب کسی کا نقصان کرنے میں ناکام ہوں۔ تو پھر اپنا احسان جتلانے لگ جاتے ہیں۔ چنانچہ مشہور ہے کہ ایک فیاض شخص نے ایک امیر آدمی کی دعوت کی۔ ہر قسم کا سازوسامان دعوت کے کمرے میں موجود تھا۔ کھانے پینے کی چیزیں ایسے قرینے سے لگائیں کہ کچھ مانگنے کی ضرورت نہ رہے۔

کھانا کھا چکنے کے بعد میزبان نے کہا کہ ممکن ہے کہ مجھ سے کوئی کوتاہی ہوئی ہے۔ ازراہ کرم اگر ایسا ہوا ہو۔ تو مجھے معاف فرما دیں۔ یہ سن کر اس امیر نے کہا کہ تم قصور تو معاف نہیں کراتے۔ بلکہ مہمان نوازی کا احسان جتلاتے ہو۔ تمہارا مجھ پر کوئی احسان نہیں بلکہ میرا تم پر احسان ہے۔

میزبان نے کہا کہ تم اپنا احسان تبلاؤ کیا ہے۔ مجھے تو معلوم نہیں۔ اس نے کہا کہ جس مکان میں تم نے مجھے کھانا کھلایا۔ اس میں ہزار ہا روپیہ کا مال تھا۔ میرا دل چاہتا تھا کہ سب کو آگ لگا دوں۔ مگر میں نے لگائی نہیں۔ پس آپ یہ میرا احسان مانو۔

آپ نے فرمایا کہ دیکھو میاں الٰہ بخش یہی میرا حال ہے۔ میں لوگوں کا میزبان ہوتا ہوں۔ ان کو مہمان بناتا ہوں۔ دسترخوان بچھاتا ہوں۔ کھانا کھلاتا ہوں۔ پھر ایمان سکھاتا ہوں۔ قرآن کریم سناتا ہوں۔ اس کے باوجود ان لوگوں سے طرح طرح کے نقصان اٹھاتا ہوں۔ اور جو نقصان نہ کر سکے۔ وہ احسان جتلاتا ہے۔ کہ دیکھو میں نے فلاں نقصان کرنا تھا مگر نہیں کیا یہ میرا احسان جانو۔

(۲۰)

اس وقت کی حالت

مسجد اقصےٰ کی ایک وقت یہ حالت تھی۔ کہ اس میں اذان تک کوئی نہ دیتا تھا۔ اسوقت گلاب شاہ۔ مہتاب شاہ سائیں دولہ ان کے چیلے گلاب دا سیئے کہلاتے تھے۔ میرزا امام الدین اور حسینا قاضی۔ یہ لوگ نمازی کو دیکھ کر راضی نہ ہوتے تھے بلکہ شرارت بازی سے مخول اڑاتے تھے۔ یہ حضور کا ہی کام تھا کہ ان ایام میں اسلام کا نام ہی نہیں بلکہ تمام کام سرانجام دے کر ہر خاص وعام تک اسلام کو پہنچاتے تھے۔

لوگ اس وقت شتر بے زمام یا اسپ بے لگام کیطرح الگام چلتے تھے۔ حضورؑ نے ان کو اسلام کا راستہ بتایا۔ بلکہ مراحل اسلام پر خراماں خرام چلایا

(۲۱)

میرزا امام الدین کی مخالفت

جب حضورؑ نے مجدد ہونے کا دعوےٰ کیا۔ تو دور دور سے لوگ آتے جاتے۔ انہی دنوں میرزا امام دین نے

محض حسد سے اپنا جھنڈا حضورؑ کے برخلاف کھڑا کر دیا۔ اور گھر گھر جاکر چوہڑوں کو بلایا کہ تمہارا پہلا پیر لال بیگ تھا وہ مثل تھا۔ اور میں بھی مثل ہوں۔ اور تمہارا بھولا ہوا راستہ تم پر ظاہر کرتا ہوں۔ ایک کتاب بھی تصنیف کی۔ جس کا نام ہدایت نامہ لال بیگ رکھا۔ جس میں حضرت اقدس کے خلاف بھی ایک شعر تھا جو حسب ذیل ہے :-

او تخید شعبدہ بازی تیری مشہور ہے
لیکن خدا کی شان اڑتی مثل کافور ہے

پس خدا نے اس کا شعر اس پر الٹا دیا۔ اور میرزا امام دین کو کافور کی طرح اڑا دیا۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہرت دنیا کے کناروں تک پھیلا دی۔ اور ان کے معجزات سے زمین و آسمان کو بھر دیا۔

(۲۲)

ابتدائی زمانہ کا ایک واقعہ

حضورؑ کے دعوے سے قبل کی بات ہے کہ ایک دفعہ ہاڑ اور جون میں رمضان آ گیا مجھ کو ٹلہ صوبہ سنگھ جانے کا اتفاق ہو گیا۔ میرے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے۔ بارہ بجے کے قریب قادیان آئے۔ میرے ساتھ والوں نے کہا۔ کہ ڈھپئی جاکر دوپہر کو آرام کریں گے۔ میں نے کہا میں دوپہر قادیان میں ٹھہر کر چار پانچ بجے آجاؤں گا۔ اس وقت مسجد اقصےٰ کا نام مسجد مغلیہ تھا۔ میں مسجد میں آ گیا۔ میاں جان محمدؓ صاحب مسجد میں اکیلے بیٹھے تھے۔ دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ مجھے بٹھلایا اور فرمایا کہ میں مرزا صاحب کو پتہ دے آؤں وہ بہت خوش ہوں گے۔ حضورؑ فوراً تشریف لے آئے۔ آتے ہی سلام کلام کے بعد طعام آرام کا م پوچھا۔ میں نے عرض کی کہ حضور روزہ ہے۔ فرمایا سفر میں روزہ ناجائز ہے آگے آپکی مرضی۔ پھر فرمایا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شدت بھوک یا پیاس سے روزہ توڑ دے۔ تو اسے دو ماہ روزے رکھنے پڑتے ہیں۔ فرمایا یہ مسئلہ غلط ہے۔ صحیح اس طرح ہے کہ ایسی صورت میں ایک ہی روزہ رکھنا پڑتا ہے۔ ہاں اگر کوئی بیوی کی خواہش سے روزہ توڑ دے تو اسے متواتر ساٹھ روزے رکھنے پڑتے ہیں۔ سو ایسا کوئی مسلمان کرتا نہیں۔

تھوڑا عرصہ باتیں ہوتی رہیں۔ پھر فرمایا کہ اب آرام کرو۔ اور سو جاؤ۔ میں بھی گھر جاکر آرام کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر حضور تشریف لے گئے۔ میں بھی سو گیا۔

تھوڑا دن ڈھلا تھا کہ حضور پھر تشریف لے آئے میاں جان محمدؓ صاحب نے اذان کہی۔ اور پھر نماز بھی انہوں نے ہی پڑھائی۔ میں نے اور حضور خیر الانام نے ان کے پیچھے نماز پڑھی۔ نماز کے بعد میں نے جانے کی اجازت چاہی۔ حضورؑ نے انکار فرمایا۔ حضورؑ انکار فرماتے اور میں اصرار کرتا۔ آخر حضورؑ نے فرمایا تھوڑا ٹھہرو میں گھر سے ہو آؤں۔ حضورؑ فوراً ایک اخبار لے کر واپس تشریف لے آئے۔ اس اخبار میں تین روزے دار مسافروں کے مرنے کا ذکر تھا۔ یہ دکھلا کر فرمایا دیکھو تم کو بہت سمجھایا۔ اگر تم باز نہ آئے اور یہاں سے قدم اٹھایا۔ تو ڈھپئی جانے سے پہلے مر جاؤ گے۔

میں نے عرض کی کہ حضورؑ ڈھپئی کوئی بہت دور نہیں ہے۔ حضورؑ نے بہت جوش سے فرمایا۔ کہ خواہ کچھ بھی کرو میں تم کو آج ڈھپئی جانے نہیں دوں گا۔

جس وقت دیہات میں لوگ ظہر پڑھتے ہیں اس وقت عصر کی نماز ہوئی۔ بعد میں دو آدمیوں کو میری طرف انگلی کر کے حکم دیا کہ اس پر پانی ڈالو۔ مگر اس طرح لوٹا اور کوری بار بار سے نکالو۔ لوٹے کی دھار بدن پر پڑتی ہو تو کوری نکلتی ہو۔ اور کوری کی دھار ابھی پڑتی ہو کہ لوٹا نکل آئے۔ غرض لگاتار دھار پڑتی رہے اور دھار ٹوٹے نہیں۔ یہ کہہ کر حضور تشریف لے گئے۔ ان دو بھائیوں نے مجھے کہا کہ کنوئیں کے پاس آؤ۔ آپ پر پانی ڈالیں۔ میں نے انکار کیا اور کہا کہ کچھ ضرورت نہیں۔ انہوں نے کہا آپ کو ضرورت نہیں مگر ہم نے حکم کی تعمیل کرنی ہے۔ نہانے کا کیا ڈر ہے آؤ نہا لو۔ میں کنوئیں کے پاس جا بیٹھا۔ انہوں نے حسب الحکم پانی ڈالنا شروع کیا۔ میں بیہوش ہو گیا۔ عقل و ہوش درست نہ رہے۔ اتنا معلوم ہوتا کہ بدن پر پانی پڑتا ہے۔ اور بیچ سے آگ نکلتی ہے۔

جب آفتاب میں آب و تاب نہ رہی۔ شام کو آب و طعام سے آرام ہوا۔ اس وقت ظہر یا عصر کے وقت اگر میں سفر کرتا۔ تو واقعی راستہ میں کام تمام ہو جاتا۔

یہ حضور کا ایک معجزہ ہے جو خود میری ذات میں ظاہر ہوا عشاء کی نماز کے بعد تراویح اور وتر پڑھے گئے۔ پھر فرمایا کل روزے کا کیا ارادہ ہے۔ میں نے عرض کی کہ بندہ روزہ رکھنے پر آمادہ ہے۔

سحری کے وقت سحری اور پانی مجھے مل گیا۔ میں کھا پی کر روانہ ہو پڑا۔ شدت گرمی اور راستہ کے گرد و غبار نے تنگ کر دیا۔ تب حضور کے اس ارشاد پر میں نے عمل کیا۔ کہ اگر بھوک پیاس کا ستایا روزہ چھوڑ دے تو گنہگار نہیں ہوتا۔ روزہ توڑ کر میں نے اس قدر پانی پیا۔ کہ جنوری کے مہینے میں شاید پورے ماہ بھی اتنا پانی نہ پیا ہو۔

(۲۴)

کتاب نسیم دعوت کی طباعت

آریوں کے ایک جلسہ کے مقابلہ پر کتاب نسیم دعوت تیار کی گئی۔ اس موقعہ پر آریوں نے کئی مکر و فریب کئے۔ جن کے بیان کی ضرورت نہیں۔ انہوں نے کہا کہ حضور چند منٹ کے لئے ہمارے جلسہ میں کرسی پر آ کر بیٹھ جائیں۔ مگر حضورؑ نے یہی فرمایا کہ خدا تعالےٰ تمہارے دلوں کی مراد پوری نہ کرے گا۔

حضورؑ نے یہ کتاب تصنیف فرما کر ایک ہی دن میں شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کو بعد نماز مغرب دی اور فرمایا کہ اسے رات رات چھاپ کر صبح کی نماز سے پہلے شائع کر دو۔ پھر فرمایا مولوی نور الدینؓ صاحب ہیں۔ عرض کی حضور حاضر ہیں۔ فرمایا۔ مولوی صاحب اس کتاب میں ایک مسئلہ ایسا لکھا ہے آپ کے لکھنے پڑھنے میں تو درکنار کبھی آپ کے خیال میں بھی نہ آیا ہو گا۔

پھر اسی طرح مولوی عبدالکریم صاحب اور نواب محمد علی خان صاحب اور ایک اور شخص کو بلا کر بھی مندرجہ بالا قول فرمایا۔ میں تو یہ سن کر حیران ہوا۔ اور اس مسئلہ کو دیکھنے کا از حد شوق پیدا ہوا۔ بعد نماز فجر حضرت برائے سیر بجانب بسراء روانہ ہو گئے۔ ادھر نسیم دعوت بٹ رہی تھی۔ ادھر شیخ یعقوب علی صاحب نے نسیم دعوت پیش کر دی۔ صدہا خادم حضورؑ کے ساتھ بھاگے چلے آ رہے تھے۔ سامنے سے ایک آریہ نکل کر آداب بجا لایا۔ ٹھہرنے کے لئے عرض کی حضورؑ نے فرمایا کہ

آپ کے تمام جلسے کے سوالات کے جواب اس کتاب میں درج ہیں دیکھ کر پڑھ لو۔ تم لوگ کہتے ہو کہ مرزا صاحب ہم کو اپنی تصنیفات میں گالیاں دیتے ہیں۔ لو اسے دیکھو کہ اس میں کہاں گالیاں لکھی ہیں۔

نوٹ :۔ وہ مسئلہ جو حضورؑ نے لکھا تھا وہ حضرت سلیمانؑ اور بلقیس کا واقعہ ہے۔ اس سے پہلے کبھی کسی نے حضرت سلیمانؑ کے اس واقعہ کو اس پاکیزہ طریق پر بیان نہیں کیا تھا۔ تفصیل سے اصل کتاب میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے ؎

صحابہ مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں کے نمونے

حضرت منشی تاج الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱)

۲۰/۶ مکرمہ [illegible] السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] خاکسار تاج الدین [illegible]

[illegible]

شیخ مصری کے نام خطاب مفتوح

بقلم شیخ محمد اسمٰعیل صاحب سرساوی

شیخ صاحب! آپ نے جو دلخراش الزامات خدا تعالےٰ کے پیارے محمود پر لگائے ہیں۔ وہ ہمارے لئے سخت دلخراش ہیں۔ مگر اس میں بھی شبہ نہیں کہ جو بے وفائی کا داغ اپنی پیشانی پر لگایا ہے۔ وہ ایسا بھیانک اور ایسا بدنما ہے کہ وہ اب دھل نہیں سکتا۔ تم اپنے ماضی پر غور کرو۔ کہ وہ کیسا شاندار تھا۔ اور لوگ تم کو عزت اور محبت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ یہ کونسا زمانہ تھا۔ وہی جبکہ تم کو حضرت محمود کی قربت حاصل تھی۔ اب ہم تم کو خدائے لم یزل لایزال کی قسم دے کر پوچھتے ہیں کہ تم بتاؤ۔ کیا تم وہی شیخ عبدالرحمٰن ہو جو تم پہلے تھے۔ اے کاش تم غور کرو اور سوچو کہ تم کیا تھے۔ اور اب کیا ہو گئے ہو۔ تمہارا کس جماعت سے تعلق تھا۔ اور اب کن لوگوں سے تمہارا تعلق ہے۔ اے کاش! تم سوچتے کہ پہلے جن لوگوں نے خدا کے پیارے اور راستباز لوگوں پر حملے کئے۔ اور ان کو تکلیفیں دیں ان کا کیا انجام ہوا۔ اس میں شک نہیں کہ مفسدہ پردازوں کی کوششیں خدا تعالےٰ کے برگزیدوں کو تکلیفیں تو پہنچا سکتی ہیں۔ مگر کوئی قوت ان کو برباد نہیں کر سکتی۔ کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کی گود میں ہوتے ہیں۔ وہ خدا تعالےٰ کی قدرت سے ایک پہاڑ بن جاتے ہیں۔ کہ ان سے ٹکرانے والے پاش پاش ہو جاتے ہیں۔ پس اے شیخ تم نے جو کیا بُرا کیا۔

تمہارے ان الزاموں کو کوئی شریف انسان مان نہیں سکتا۔ کیونکہ یہ ایک موٹی بات ہے۔ جس انسان کو تو اس کی جوانی میں نیک اور پاکباز سمجھ کر اس کا غلام بنا تھا۔ تو اب اس کے بڑھاپے میں جبکہ وہ پوتے اور پوتیوں کا دادا کہلانے لگا اب الزام تراشنے لگا۔ کون صحیح الدماغ انسان ان الزامات کو قبول کر سکتا ہے۔ پس جو بھی شریف انسان ان الزامات کو سنے گا وہ تمہارے خلاف ملامت کا ووٹ پاس کرنے کے بغیر نہیں رہ سکے گا۔ پس چونکہ اس بات کو کوئی عقلمند اور شریف قبول نہیں کر سکتا۔ اس لئے میں محض خدا تعالےٰ کے لئے یہ کلمہ خیر کہتا ہوں۔ کہ اگر تمہارے اندر کچھ بھی سعادت ہے۔ تو خدا تعالےٰ کے آستانہ پر گر جاؤ۔ اور سچی توبہ کرو۔ اور عاجزی سے زمین پر سر رکھ دو۔ اور اس قدر زاری اختیار کرو۔ کہ آسمان کو تمہاری حالت پر رحم آجائے۔ اور وہ قدوس خدا اپنے بندوں کے گناہ معاف کرتا ہے۔ تمہارے اس گناہ کو جو آسمان کے نیچے بہت بڑا گناہ ہے۔ جس سے خدا کی مخلوق کے دل کانپ رہے ہیں۔ معاف کر دے۔ اور اپنے پیارے محمود کے قلب پر الہام نازل فرمائے۔ تا وہ بھی تم کو معاف فرمائے۔ اگر تم اپنے اندر تبدیلی کرو۔ تو وہ اس عظیم الشان انسان کا بیٹا ہے۔ جو اس زمانے کے گنہگاروں کو معاف کرنے کے لئے آیا۔ اور جس نے ہمیشہ ان کو معاف کیا۔

میں نے دیکھا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کئی دفعہ اپنے دوستوں کی غلطیوں سے ناراض ہو جاتے تو جب دیکھتے کہ انہوں نے سچی توبہ کر لی ہے۔ اور وہ خدا تعالےٰ کے آستانہ پر گرے پڑے ہیں۔ تو حضورؑ ان کو معاف فرما دیتے۔

پس میں تم کو بھی یہی نصیحت کرتا ہوں۔ اگر تم بھی اسے قبول کرو تو تمہارے لئے اچھا ہے۔ اگرچہ یہ بات بہت مشکل ہے۔ کیونکہ غلطی کو چھوڑنا اور اپنے گناہ کا اقرار کرنا آسان کام نہیں۔ نفس امارہ نہیں چاہتا کہ حق کا اقرار کیا جائے۔ یہ ایک تلخ گھونٹ ہے۔ اور اسے سوائے راستبازوں کے کوئی پی نہیں سکتا۔

مجھے یاد آیا

ایک دفعہ حضرت اقدسؑ موضع تبرؔ کی طرف تشریف لیجا رہے تھے۔ کہ ایک دوست نے سنایا۔ کہ حضورؑ میری گفتگو ایک شیعہ صاحب سے ہوئی۔ جب وہ لاجواب ہو گیا۔ تو اس نے حضرت ابوبکرؓ صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی شان میں بہت گندے الفاظ منہ سے نکالے۔ تب میں نے اسے کہا۔ دیکھو میاں بات تو میری اور تمہاری ہو رہی ہے۔ اگر تمہارا دل دکھانا ہے تو تم مجھے گالیاں دو نہ کہ ان کو۔ جواب اس جہان میں بھی نہیں ہیں۔ اور تم کو جواب بھی نہیں دے سکتے۔

اب تم ہی سوچو کہ اگر میں حضرت شیر خدا علی کرم اللہ وجہٗ کو برائی سے یاد کروں تو تمہیں کیسا برا معلوم ہو۔

اس پر وہ بہت شرمندہ ہوا اور معافی مانگنے لگا۔ اور کہنے لگا کہ آپ مجھے معاف کریں میں نے بڑی غلطی کی۔ اس پر میں نے کہا دیکھو تم حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کو کتنا راستباز خیال کرتے ہو۔ مگر ذرا خارجیوں سے پوچھو وہ تمام جہان کی برائیاں ان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ کیا آپ ان الزاموں کو تھوڑی دیر کے لئے بھی قبول کرنے کے لئے تیار ہو۔ تو وہ بولا کہ نہیں۔ میں تو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ تو میں نے اسے کہا کہ بس یہی میرا بھی جواب ہے۔

اس کے بعد میں نے کہا کہ اب میرے ساتھ آپ گفتگو کریں۔ اور قرآن کریم کے حکم کو مانیں کہ وہ کیا فیصلہ کرتا ہے۔ اور اسے آپ بھی مان لیں۔ اور میں بھی مان لوں گا۔ اس پر وہ بالکل خاموش ہو گیا۔ اور کہا کہ آپ نے تو مغلوب کر لیا۔ اب میں آپ سے گفتگو نہیں کر سکتا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس دوست کی باتوں سے بہت خوشی ہوئی۔ اور فرمایا کہ صحیح طریق یہی ہے کہ

”ہم قرآن کریم کو ہی حکم مانیں۔ اور جب تک مسلمان قرآن کریم کو حکم نہ مانیں ان کا کبھی اختلاف دُور نہ ہو گا۔ اور ایک مرکز پر اکٹھے نہ ہوں گے۔“ پھر فرمایا

خدا تعالےٰ کے مامورین دنیا میں تخم ریزی کے لئے ہی آتے رہے ہیں۔ ان کے کام کی تکمیل تو اللہ تعالےٰ نے ان کے **خلفاء** ہی کے ذریعہ کرائی ہے۔ اگر شیعہ صاحبان اس بات کو سوچیں۔ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کون سی جائیداد اکٹھی کی تھی جس کو اولاد کے لئے چھوڑ گئے تھے۔ جو آیا مسلمانوں کے بیت المال میں جمع کرتے رہے۔ اپنے نفس کے لئے اور اپنی اولاد کے لئے تو کچھ بھی نہ بنایا۔ یہی حال حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا تھا۔ اور اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا۔ ان میں سے کسی نے بھی اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے کچھ بھی نہ بنایا۔

جو مسلمانوں نے ان کے لئے تجویز کیا تھا اس میں ہی گزارہ کرتے تھے۔ اور مسلمانوں کو انہوں نے ایک مرکز پر قائم رکھا۔ یہی ان کا کام تھا جسے انہوں نے کما حقہ پورا کیا۔ اور جب تک وہ دنیا میں قائم رہے وہ اللہ تعالےٰ کی رضا پر قائم رہے۔ اور مسلمانوں کو بھی انہوں نے چلایا۔ اور ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ میں اہلیت نہیں تھی اللہ تعالےٰ نے ان میں انتظام کی قابلیت رکھی تھی۔ مگر وہ کیا کر سکتے تھے جبکہ مسلمانوں کے سینوں میں جوش یکلخت ابل پڑا۔ اور وہ اس جوش میں قابو سے باہر ہو گئے۔

پھر فرمایا

میں بھی تخم ریزی کے لئے ہی آیا ہوں۔ میرے سے اللہ تعالےٰ نے بار بار یہی فرمایا کہ تو اکیلا نہیں چھوڑا جائے گا دُور دُور سے تیری مدد کو لوگ آئیں گے۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ میں جس کام کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ اس کی تکمیل بھی اللہ تعالےٰ اسی طرح سے فرمائے گا۔ جس طرح اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد **خلفاء کے ذریعے سے کرائی تھی۔** پس **خلفاء** کا انکار کرنا گمراہی کی بات ہے۔

ہماری جماعت کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ جب کثرت سے مال آنے لگتا ہے تو لوگوں کے دل دنیا کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ اور قسم قسم کے فتنے بھی شروع ہو جاتے ہیں۔ جس کو وہ اپنی راہ میں روک سمجھتے ہیں قسم قسم کے الزامات ان کی نسبت لگانے شروع کر دیتے ہیں۔ اور نظام کے شیرازے کو بکھیرنے

کی کوشش کرتے ہیں۔ تا وہ اپنی دلی آرزو کو پورا کر کے اپنے دل کو ٹھنڈا کریں۔

پس

ہماری جماعت کو چاہئے کہ ایسے لوگوں سے ہمیشہ بچنے کی کوشش کرتے رہا کریں کیونکہ جماعتوں میں ایسے لوگ بھی داخل ہو جاتے ہیں۔ جو اپنے نفسانی جوشوں کو روک نہیں سکتے۔ اور وہ دوسروں کو بھی اپنے نفسانی جوشوں کو پورا کرنے کے لئے اپنے ساتھ شامل کر لیتے ہیں۔ تا جماعت پراگندہ ہو۔ اور ایسے لوگ ہمیشہ سے ہوتے چلے آئے ہیں۔

پس جناب شیخ صاحب! آپ نے دیکھا کہ کس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جماعت کو آنے والے تمام فتنوں سے آگاہ کر رکھا تھا۔ اور اپنے سلسلہ کو منہاج نبوت پر اتارتے ہوئے خلفاء کے وجود پر ایمان لانے کی ہدایت کی تھی۔ اور ان لوگوں سے ڈرایا تھا۔ جو خدا سے ہٹ کر اپنی نفسانی خواہشوں کے لئے جماعت کو پراگندہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اسی تربیت کا نتیجہ تھا کہ ہم اس فتنے کے وقت جو مولوی محمد علی امیر جماعت لاہور کے وجود سے پیدا ہوا ہر طرح محفوظ اور مامون و مصئون رہے۔ اور اگر ہماری تربیت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھوں یوں نہ ہوتی تو معلوم نہیں کہ مولوی صاحب کی باتوں کا ہم پر بھی اثر ہو جاتا۔

میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان الفاظ کو اپنی آنکھوں سے پورا ہوتا دیکھتا ہوں۔ مگر مجھے رنج ہے۔ کہ تم جیسا انسان جسے ہم کسی وقت پیار کی نگاہ سے دیکھتے تھے حضور علیہ السلام کے بتلائے ہوئے فتنوں کا موجب بن رہا ہے تو میرا دل رنج و غم سے بھر جاتا ہے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ میں تم کو الحکم کے کالموں سے مخاطب کر کے کہوں۔ کہ تم خدا تعالےٰ کے آستانہ پر جھک جاؤ۔ اور عذر تقصیر کرو۔ اور سچے دل سے سچی توبہ کرو۔ نفس امارہ کو مارو اور قتل کرو۔ اور اگر تم نے توبہ نہ کی۔ تو جس طرح آج ہم پہلے بچھڑے بازوں کے لئے ملامت کے ووٹ پاس کرتے ہیں۔ اسی طرح آنے والی نسلیں تمہارے لئے ملامت کا ووٹ پاس کریں گی۔ اور کہیں گی کہ شیخ عبدالرحمٰن مصری ایسا بے وقوف انسان تھا کہ جو حضرت محمود پر اسوقت ایمان لایا۔ جبکہ وہ جوان تھے۔ اور بالکل نوعمر تھے۔ اور خلیفہ بھی نہ تھے۔ اور ان کو پاک صالح یقین کرتا مگر جب خدا تعالےٰ نے ان کو اپنے دین کی **خدمت کے لئے چن لیا۔ اور خلافت کی ردا پہنا دی** اور ان کی تائید کر کے ان کے دشمنوں کی گردنیں شرمندگی سے جھکا دیں۔ اور ایک ربع صدی کے قریب دین کی عظیم الشان خدمت ان سے لی۔ اسوقت شیخ مصری کو یہ نظر نہ آیا۔ کہ یکلخت خدا نے اس سے بے رخی اختیار کر لی۔ اور اسے مختلف قسم کے گندوں میں مبتلا کر دیا۔

پس اے شیخ کون شریف اور نیک اور صحیح الدماغ انسان ایسا ہو سکتا ہے۔ جو ایسی لغو اور کچی بات کو مان سکتا ہے۔

پس بہتر یہی ہے کہ خدا تعالےٰ کا خوف اپنے دل میں پیدا کر۔ اور اس حالت سے نکل جا۔ اور آئندہ نسلوں میں اپنے اور اپنی اولاد کے برے تذکرے کو باقی نہ رکھ۔ میں نے نہایت درد دل سے تم کو یہ نصیحت کی ہے۔ ہاں میں یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت لاہور کی باتوں پر بالکل کان نہ دھریں۔ یہ ان کی عادت جبلی ہے کہ وہ بگڑے کو اور زیادہ بگاڑ کر دھکا دیدیا کرتے ہیں۔ پس انکی باتیں قابل اعتبار نہیں ہوتیں۔ میں عنقریب مولوی صاحب موصوف کے متعلق مفصل لکھنے کا خیال رکھتا ہوں اور میرے نزدیک تو وہ پہلا جرہی نہیں تھے

اللہ تعالےٰ آپ کو حق کے قبول کرنے کی توفیق دے۔ اور نفس امارہ کے غلبے سے نجات۔

مشاہدات اور تاثرات کی دنیا

سفر نصیبین کی انتہا

میری تحقیقات کا خلاصہ

میری تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ نصیبین ایک بہت پرانا قصبہ ہے۔ اور جب سے وہ آباد ہوا ہے اپنے مقام کی اہمیت کے لحاظ سے ہر آنے جانے والے کا مطمح نظر رہا ہے۔ اور اس کو چھوڑ کر عراق وغیرہ کی طرف جانا ناممکن تھا۔ اور اب تک پیدل جانا ناممکن ہے۔ اس لئے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے ہندوستان آنے کے لئے اگر کوئی راستہ ہو سکتا ہے تو وہ نصیبین ہی ہو سکتا ہے۔ اور کوئی راستہ نہیں ہو سکتا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سفر اس پر مہر صداقت ہے۔

ایک امریکن ہم سفر

اس موقع پر مجھے ایک امریکن ہم سفر یاد آیا۔ جو ہمارے ساتھ تھا۔ اس نے مخدومی کرمی چوہدری نواب محمد الدین صاحب سے ایک گفتگو کے دوران میں کہا کہ میری سمجھ میں نہیں آسکتا کہ مسیح نے اپنا پیغام دنیا کو تین سال میں کس طرح پہنچا دیا۔ جس کام کے لئے وہ آیا تھا اس کے لئے تین سال کی مدت کافی نہیں ہو سکتی۔

پس عقلمند لوگ اس امر کو محسوس کرتے ہیں کہ یہ امر قابل عقل نہیں۔ کہ مسیح کو آسمان پر لے جا کر کامیاب نبی ثابت کیا جائے

نصیبین کی موجودہ حالت

نصیبین اب ترکی حدود میں واقعہ ہے۔ اس وقت ایک معمولی قصبہ ہے۔ مگر کسی وقت کی عظمت کا اظہار کر رہا ہے۔ بہت سے لوگ جنگ کے بعد چھوڑ کر چلے گئے۔ ان کے مکان گرے پڑے ہیں۔ چونکہ ترکی حدود کا آغاز یہاں سے ہوتا ہے۔ اس لئے ترکی فوج کا کیمپ اس جگہ ہے اور کچھ ترک آفیسر یہاں رہتے ہیں۔

تمام لوگوں کو یہاں لازماً انگریزی ٹوپی پہننی پڑتی ہے۔ بعض غریب لوگ قابل رحم حالت میں تھے۔ کپڑے پھٹے ہوئے۔ پاؤں سے ننگے۔ کپڑے میلے مگر سر پر ٹوپی انگریزی ہے۔ وہ لوگ جن کو کھانے کے لئے روٹی میسر نہیں اس پابندی سے خوش نہیں ہیں۔

مجھے اور برادرم ابراہیم صاحب کو چند گھنٹے یہاں ٹھہرنا ملا۔ اس لئے کہ ہمارے پاس ترکی کا پاسپورٹ نہ تھا۔ اور نہ ہی شہر میں کوئی ہوٹل وغیرہ تھا۔ جہاں قیام کی صورت ہوتی۔ تاہم میرا چند ساعت کا قیام اس لئے اہم تھا۔ کہ ہم نے اس راستے کی ساری مشقت اسی لئے اٹھائی تھی۔ کہ نصیبین سے ہو کر جا سکیں۔ ورنہ اس سے بڑھ کر آرام کا راستہ موجود تھا۔

مسیح کے قدموں کے نشان

مسیح کے قدموں کے نشان ڈھونڈنے کے لئے صرف اتنی ہی ضرورت نہیں کہ کوئی آدمی نصیبین پہنچ کر چند یوم بیٹھے اور چلا آئے۔ بلکہ اس کے لئے بہت محنت کی ضرورت ہے۔ اور میرے نزدیک اس کے لئے ضرورت ہے کہ ایک خاص سفر بیت المقدس سے شروع کر کے ہندوستان تک ختم کیا جائے۔ اور اس سارے راستے کو ڈھونڈا جائے۔ اس ضمن میں علماء آثار سے مختلف مذاہب کے ہادیوں سے گفتگو کی جائے۔ اور یہاں کے غذات وغیرہ کا سراغ لگایا جائے۔ تو یقیناً کوئی سراغ مسیح کے متعلق مل سکے۔ اور اگر کوئی ٹھوس ثبوت پرانے آثار سے مل جائے تو فتح ہوگی۔

قادیان میں چند گھنٹے

جناب لالہ کرم چند صاحب ایڈیٹر پارس کے قلم سے

(۳)

حضرت مرزا صاحب کی تقریر کئی پہلوؤں سے دلچسپ اور غور طلب تھی کاش میرے پاس ان کی تقریر کے نوٹ ہوتے تا کہ میں تفصیل سے اسکے متعلق کچھ بیان کر سکتا۔ اُن کی تقریر کا ایک خاص پہلو جو پولٹیکل حلقوں سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ یہ تھا کہ آیا احمدیوں کو کانگرس میں شامل ہونا چاہیئے یا مسلم لیگ میں مدغم؟ یہ اہم سوال مرزا صاحب کے دماغ میں پیدا ہوا جو گذشتہ ایک سال سے احمدی اور غیر احمدی حلقوں میں دلچسپی کا موجب بنا رہا۔

احمدیوں کا پالٹیکس کی طرف رجحان

سرگرم پالٹیکس میں حصہ لینے والوں کے لئے احمدیوں کا کانگرس میں شمولیت کے سوال پر غور کرنا ہی ایک تعجب انگیز بات تھی۔ ان لوگوں کا یہ خیال تھا کہ احمدی گورنمنٹ کے ایجنٹ ہیں۔ وہ نہ صرف کانگرس بلکہ ہر پولٹیکل جماعت کے دشمن ہیں۔ لیکن مرزا صاحب پہلے شخص ہیں جنہوں نے عوام کے اس خیال کو بدلنے کی طرف توجہ دی۔ احمدیوں کا ایک بنیادی اصول یہ بھی ہے کہ وہ حکومت وقت کی اطاعت سے منحرف نہیں ہوں گے۔ چنانچہ ان کا بیان ہے کہ اس اصول کی بنا پر وہ انگریزوں کے وفادار رہے ہیں۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ کسی بے انصافی یا زیادتی کے خلاف احتجاج تک نہ کریں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ سول نافرمانی میں حصہ نہ لے سکیں۔ مگر آزادی کی باقی تحریکوں میں حصہ لینے کیلئے انہیں کوئی امر مانع نہیں ہے۔

اسی قسم کے خیالات کی کشمکش کا ہی نتیجہ تھا کہ احمدیوں کو ایک والنٹیر کور بنانے کا خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ احمدیہ نیشنل کور کے نام سے چوہدری اسداللہ خاں بیرسٹر کے چارج میں ایک کور بنا دی گئی جس نے تھوڑے عرصہ میں ہی مقبولیت حاصل کر لی۔ گذشتہ سال جب پنڈت جواہر لال جی لاہور میں تشریف لائے تو ان کے استقبال کے لئے احمدیہ نیشنل کور کے قریباً دو صد باوردی والنٹیر سٹیشن پر موجود تھے۔ گویا کہ احمدیہ جماعت کی تاریخ میں یہ پہلا موقعہ تھا کہ اس نے پہلی مرتبہ انڈین نیشنل کانگرس جیسی انتہا پسند جماعت کے انتہا پسند صدر کے استقبال میں پبلک طور پر حصہ لیا ہو۔ بعض حلقوں میں شرپسند لوگوں کی وجہ سے کچھ چہ میگوئیاں بھی ہوئیں۔ مگر عام طور پر احمدیوں کے اس اقدام کو پسندیدہ نگاہوں سے دیکھا گیا۔ پولٹیکل میدان میں احمدیوں کی اس پہلی پیشقدمی کا حکومت برطانیہ پر بھی اثر ہوا۔ اور اس نے اُن کی نیشنل کور کو جو کہ احمدیوں کے مختلف مرکزوں پر نہایت کامیابی سے کام کر رہی تھی شبہ کی نگاہوں سے دیکھنا شروع کر دیا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ پنجاب گورنمنٹ کے چند بڑے بڑے حکام نے احمدی لیڈروں سے اسی مسئلہ پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے ان سے تبادلہ خیالات کیا۔ اور کور کی سرگرمیوں پر قدرے پابندیاں عاید کرنے کی کوشش بھی کی جس میں انہیں کامیابی حاصل نہ ہوئی۔

کانگرس یا مسلم لیگ

انجمن احمدیہ ایک خاص مذہبی جماعت ہے۔ اور جماعت بھی ایسی جسے نہایت زہریلی سمجھا جاتا رہا ہے۔ چونکہ ہمارے ملک میں موثر پالٹیکس وہی سمجھا جاتا ہے جس میں انگریزی حکومت کی مخالفت کا جذبہ ہو۔ اس لئے احمدی اس پالٹیکس کے نزدیک تک نہ پھٹکتے تھے۔ مگر حالات نے پلٹا کھایا۔ اور گردوپیش کے حالات سے متاثر ہو کر احمدیوں نے سوچا کہ ملکی پالٹیکس میں حصہ لینا ان کے لئے بھی ویسا ہی ضروری ہے جیسا کہ ملک کی دیگر مختلف جماعتوں کے لئے۔ چنانچہ مرزا صاحب نے اس معاملہ میں بھی اپنی جماعت کی رہنمائی کی۔ چند مہینے ہوئے کہ انہوں نے لاہور میں احمدیوں کی کانفرنس پر تقریر کرتے ہوئے نہایت بیباکی اور وضاحت سے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ مرزا صاحب کے خیالات میں انقلاب آچکا ہے۔ انہوں نے اپنی طویل تقریر میں اس مسئلہ پر وضاحت سے روشنی ڈالی۔ اخبارات کے رپورٹروں کا بیان تھا کہ مرزا صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا۔ کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ کانگرس کے ہاتھوں میں مسلمانوں کے حقوق محفوظ نہیں ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ اس قسم کے دیگر خیالات کے اظہار کا یہ نتیجہ ہوا کہ مسلم پریس میں خصوصیت سے ہلچل پیدا ہو گئی۔ اور کانگرسی حلقوں میں دلچسپی کا اظہار ہونے لگا۔

سالانہ جلسہ کے موقعہ پر بھی مرزا صاحب نے اپنی تقریر میں اسی مسئلہ پر مختصراً اظہار خیال کیا۔ آپ نے فرمایا کہ:۔

"اگر ہمیں یہ یقین ہو جائے کہ کانگرس میں شامل ہونے پر ہمارے مذہبی معاملات میں مداخلت نہ ہوگی اور ہمیں تبلیغ کا حق حاصل رہے گا تو ہم کانگرس میں شامل ہو جائیں گے اور مسلم لیگ کے متعلق آپ نے فرمایا کہ وہ جب تک احمدیوں کو مسلمان ہی نہیں سمجھتی اسوقت تک ہم اس جماعت شامل ہونے کے متعلق سوچ ہی نہیں سکتے۔"

اس اہم مسئلہ کے تصفیہ کا معاملہ انہوں نے "مجلس مشاورت" کے اجلاس تک ملتوی کر دیا۔ جس کا اجلاس غالباً اپریل کے مہینہ میں ہوا کرتا ہے۔ مجلس مشاورت احمدیوں کی ایک ایسی جماعت ہے جو ان کے نزدیک آل انڈیا کانگرس کمیٹی کی سی حیثیت رکھتی ہے۔ اس موقعہ پر ان کی جماعت کے چیدہ نمائندے قادیان میں جمع ہوتے ہیں۔ اور ضروری مسائل پر غور کرنے کے بعد اپنی جماعت کے سامنے سال بھر کے لئے پروگرام رکھا جاتا ہے۔

اگر کانگرس میں شمولیت کا فیصلہ ہو جائے

اگر مرزا صاحب اپنی جماعت کے کانگرس میں شامل ہونے کے حق میں فیصلہ صادر کر دیں تو اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ احمدیہ جماعت جو شاید کئی لاکھ افراد پر مشتمل ہے بحیثیت مجموعی کانگرس میں شامل ہو جائیگی۔ میں نے قادیان میں احمدیوں کی تنظیم کا جو اندازہ لگایا ہے اس کی بنا پر میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب کے فیصلہ کے بعد آپ کو دنیا بھر میں ایک بھی احمدی ایسا نہ ملے گا۔ جو اپنے خلیفہ کے احکام کی خلاف ورزی میں کوئی قدم اٹھائے۔ گویا کہ لاکھوں آدمیوں کے کانگرس میں شمولیت کا انحصار صرف مرزا صاحب کے ایک اشارہ پر ہے۔

میں نہیں کہہ سکتا کہ حضرت صاحب کا فیصلہ کانگرس کے حق میں ہوگا یا مسلم لیگ کے۔ مگر میرا قیاس ہے کہ وہ اپنی جماعت کو یہی مشورہ دیں گے کہ وہ کانگرس میں شامل ہو جائے کیونکہ اپنی مذہبی سرگرمیوں کے متعلق وہ کانگرس سے جو وعدہ لینا چاہتے ہیں وہ کانگرس کے لئے کچھ مشکل نہیں کیونکہ کانگرس کا یہ بنیادی اصول ہے کہ وہ کسی کے مذہبی معاملات میں مداخلت نہیں کرتی۔ نیز اب سول نافرمانی کا بھی کوئی امکان نہیں کیونکہ آنے والے دنوں میں تمام ملک میں کانگرسی گورنمنٹ ہو جائیگی پھر سول نافرمانی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا۔

نوٹ:۔ میں کانگرس کے اجلاس ہری پورہ جا رہا ہوں۔ اسوجہ سے ممکن ہے کہ مجھے دس بارہ روز تک لاہور سے غیر حاضر رہنا پڑے۔ اس لئے اگر آئندہ دو اشاعتوں میں یہ مضمون شائع نہ ہو سکے تو ناظرین معاف فرمائیں۔ کرم چند (پارس)

آئندہ اشاعتوں میں کیا ہوگا

(۱) احمدیوں کو خلیفہ صاحب کی ذات سے عقیدت

(۲) احمدیوں کو سنیما دیکھنے کی ممانعت۔

(۳) احمدیوں کو عدالتوں میں نہ جانے اور پنچائتیں قائم کرنیکی تلقین۔

(۴) بیکار نوجوانوں کو خلیفہ صاحب کا حکم۔

(۵) خلیفہ صاحب جماعت کے خزانہ سے ایک پیسہ تک نہیں لیتے۔

(۶) ۹۵ فیصدی احمدیوں کا حقہ اور سگریٹ سے پرہیز۔